Dareecha-e-Tahqeeq
دریچۂ تحقیق
ISSN PRINT 2958-0005 ISSN Online 2790-9972
VOL 3, Issue 3
www.dareechaetahqeeq.com dareecha.tahqeeq@gmail.com

ڈاکٹر ارم صبا
استاد شعبہ اردو، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور،
ڈاکٹر فہمیدہ تبسم
صدر شعبہ اردو، فیڈرل اردو یونیورسٹی برائے فنون، سائنس و ٹیکنالوجی، اسلام آباد

قیامِ پاکستان کے بعد نسائی اردو نظم اور تانیثیت

Dr. Aram Saba
Teacher, Department of Urdu, Islamia University, Bahawalpur.
Dr. Fahmida Tabasim
President, Department of Urdu, Federal Urdu University for Arts, Science and Technology, Islamabad

After the establishment of Pakistan, women's Urdu poetry and poetry

Urdu women poets are categorized as per the different strands of feminism and forms of women' consciousness, the notion of sisterhood and the feminist methodology of consciousness raising in the poetry of women.Urdu poets have been explored. In Urdu Poetry here is countless prominent name (i.e Ada Jafri, Zahra Nigah, Sara Saghufta, Parveen Shakir, Fehmeda Riaz and Kishwar Naheed) among the female writers who are flag bearer of feminism and their poems offer a new metaphors and symbols borrowing from feminist thought and a hybrid Islamicate culture.

فیمینزم لاطینی زبان کے لفظ فیمینا سے اخذ شدہ ہے۔ دنیا کی مختلف زبانوں میں اس کے مختلف معنی ہیں، لاطینی میں ”عورت، فرانسیسی میں عورتوں کے حقوق“ اور انگریزی میں ”جنسی برابری“ کی تحریک کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ مغرب میں تانیثیت کا غلغلہ پندرھویں صدی عیسویں میں اٹھا اس کی دوسری لہر ۱۹۶۰ء اور تیسری لہر ۱۹۸۰ء میں

Corresponding Author's Email: ftabassum@gmail.com

دیکھنے میں آئی۔ اس تحریک کالبِ لباب یہ تھا کہ خواتین کو اپنی زندگی کے تمام شعبوں میں حریت ضمیر سے جینے کی آزادی ملنی چاہیے۔ تانیثیت ایک ایسی تحریک ہے جس کے تحت خواتین کے گوناگوں مسائل کو منظرِ عام پر لانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ کہا جاسکتا ہے تانیثیت ایک ایسی سوچ اور طرزِ فکر کا نام ہے جو ظلم و تشدد اور جبر و دھونس کے رویوں کی مذمت کرتے ہوئے جائز حقوق کی متقاضی ہے۔ اس تحریک کے بنیادی مقاصد میں سیاسی، سماجی، معاشی و تعلیمی معاملات میں مرد و عورت کے مساوی و بنیادی حقوق کی بازیافت کے علاوہ خانگی تشدد اور استحصال کی روک تھام شامل ہے۔ اردو میں نسائی ادب کا باقاعدہ آغاز تذکرہ نگاری سے ہوا۔ ان اوّلین تذکروں میں ان شاعرات کا ذکر ملتا ہے جو یا تو شاہی خاندان سے تعلق رکھتی تھیں یا طوائفیں تھی۔ عام عورت کا ذکر اس دور کی شاعرات میں خال خال ہی ملے گا۔

تانیثیت کی ابتدا یورپ سے ہوئی اور پھر ہندوستان میں اس کے اثرات پہنچے۔ رفتہ رفتہ پورے ملک کی قریباً ہر زبان کے ادب پر تانیثیت کے اثرات دکھائی دینے لگے۔ ایک دبستان فکر کی حیثیت سے تانیثیت نے ہر شعبہ زندگی کو متاثر کیا ہے۔ بشریات، سماجیات، معاشیات، نفسیات، مذہب، سیاست، قانون، فلسفہ، میڈیا بلکہ ہر مضمون میں نسائیت کے فکر اور فلسفے کے اثرات دیکھے جاسکتے ہیں۔ آج دنیا بھر میں عورتوں کی لیڈر شپ اور علمی و فنی میدانوں میں عورتوں کی برتری نے دانشوروں، طالب علموں اور اساتذہ کو ایک بار پھر نسائیت کی تحریک کے مطالعے پر مجبور کر دیا ہے۔ تانیثیت کے مباحث نے اردو ادب اور جدید شاعری کو بے حد متاثر کیا۔ نسائی شعور کی روایت ہمارے ثقافتی رجحان کی ترجمانی کرتی ہے۔

عورت اور لفظ کا رشتہ بہت پرانا ہے۔ قدیم مصری تہذیب میں محفوظ شاعری کے نمونے سے لے کر آج تک عورت نے انفس اور آفاق کے درمیان پھیلی ہوئی اس دنیا میں جو سوچا ہے محسوس کیا ہے اور بیان کیا ہے وہ ہماری ادبی تاریخ کا بہت اہم حصہ ہے۔ مظلومی اور محرومی کی منزلوں سے شعور و آگاہی کا یہ سفر اپنے ساتھ جدوجہد کی ایک روشن تاریخ لیے ہوئے ہے۔ عورت نصف دنیا کی آبادی ہے وہ کس دنیا میں زندہ ہے اور کس دنیا کے خواب دیکھتی ہے مگر اس میں کوئی شک شبے کی کوئی گنجائش نہیں کہ زندگی کے بارے میں اس کا وژن ضرور الگ اور ممتاز ہے۔ اس وژن کو وہ کس طرح فنی تقاضے نبھاتے ہوئے اظہار کا روپ دیتی ہے۔ بحثیت انسان عمومی مسائل کے ساتھ ساتھ اس کے اپنے مسائل بھی ہیں جو صرف وہی جانتی، سہتی، خون میں رچاتی اور ان کے فنی اظہار کے لیے مضطرب رہتی ہے۔ نسائی حسّیت کوئی فارمولا نہیں کہ جسے سامنے رکھ کر وہ ادب تخلیق کرے۔ یہ تو اس کی زندگی کے منفرد تجربے اور طرزِ احساس ہی کا نام ہے۔

۱۸۵۷ء کے بعد نئے معاشرے کی تعمیر میں عورت کی اہمیت کو سبھی نے محسوس کیا۔ تعلیم نسواں اور تربیت نسواں اس دور کے اہم مسائل تھے۔ شاعری میں حالی اور اکبر نے عورتوں کی تعلیم و تربیت کی طرف توجہ دی اور ان کی کئی

نظموں کا موضوع ''عورت'' ہے۔ اردو کی پہلی شاعرہ ''ز-خ-ش'' ہیں جن کی توانا فکر اور طرزِ کلام کی وجہ سے انہیں نظر انداز کرنا ممکن نہیں۔ ابتدا میں انہوں نے اپنی شناخت پوشیدہ رکھنے کی کوشش کی اور کئی نام بدلے۔ ز-خ-ش کے دو مجموعہ کلام ''آئینہ حرم اور فردوس تخیل'' اردو ادب کا سرمایہ ہیں۔ ماہ لقا چندہ بائی کو اردو کی پہلی صاحبِ دیوان شاعرہ ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔

علی گڑھ تحریک کے ساتھ ہی ایک نیا تعلیمی دور شروع ہوا۔ اس جدید تعلیمی دور میں یہ شعور بیدار ہوا کہ تعلیم نسواں کے بغیر کوئی قوم یا ملک ترقی نہیں کر سکتا۔ تمام معاشرے میں استدلال اور عقل و شعور کی ایک نئی لہر اٹھی تو عورت بھی اپنی میٹھی نیند سے بیدار ہوئی۔ بیسویں صدی نے عورت پر ایک فعال مستقبل کے دروازے کھول دیے اسے درسگاہوں کی زیارت نصیب ہوئی۔ گھر گھر تعلیم کا چرچا ہوا۔ چنانچہ وہ شعر و ادب میں اپنا لوہا منوانے کے لیے نکلی۔ ترقی پسند تحریک میں عورت کے تخلیقی جوہر کھل کر سامنے آئے۔ شعر و ادب میں جہت کا ایک دروازہ کھلا۔ حبس اور گھٹن کسی حد تک دور ہوئی۔ اقبال نے بھی ''وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ'' کہہ کر عورت کی اہمیت کو تسلیم کیا۔ پاکستان میں نئے عزائم کے ساتھ سفر حیات جاری ہوا۔ شاعرات نے مرد کے استحصالی معاشرے میں جرات اظہار کی اساس رکھی۔ ان کا لہجہ بے باک اور انداز پر شکوہ تھا۔

قیامِ پاکستان کے بعد خواتین کو سازگار ماحول ملا۔ بیسویں صدی کی چوتھی دہائی میں ادا جعفری شاعری کے افق کا معتبر حوالہ بن کر ابھریں۔ ادا جعفری ترقی پسندانہ رجحانات رکھتی ہیں۔ حب وطن سے لے کر انسان کے ازلی اور ابدی مسائل اور کائناتی وسعتوں کو چھونے کی تمنا، چھوٹے بڑے دکھ، مختلف احساسات، جذبے اور فکر میں گندھ کر فنی خوبصورتیوں سے آراستہ ہو کر شعر میں ڈھلتے ہیں۔ ادا جعفری اپنے پورے تخلیقی عہد میں اپنے ماحول اور اپنے گرد و پیش سے غافل نہیں رہی ہیں۔ انہوں نے ہماری گہری اور فکری شاعری کو پہلی مرتبہ وہ لہجہ دیا جس میں عورت کا دل دھڑکتا سنائی دیتا ہے۔ زہرہ نگاہ بھی ان اوّلین شاعرات میں سے ہیں جن کے ہاں خالص عورت کا طرزِ احساس ابھرا ہے۔ ایک خاتون اور شاعرہ ہونے کے ناطے ان کے ایک ایک لفظ میں سمجھوتوں اور مجبوریوں کی داستان رقم ہے۔ زہرہ نگاہ اپنی شاعری میں گھر کی بنیادوں میں وفا کے رشتوں کی تہذیب کرتی اور رفاقتوں کو نئے معنی پہناتی ہیں۔iپروین فنا سید کی شاعری میں گھر آنگن، عصری مسائل اور وطنیت کے کئی زاویے منعکس ہوتے ہیں۔ پروین فنا سید کی نسائیت میں بھی ادا جعفری کی طرح ایک نفاست اور تہذیب ہے۔

نسائی شعور کے حوالے سے فہمیدہ ریاض کی شاعری ایک نئے طرزِ احساس کی جانب سفر کرتی ہے اس شاعری میں عورت کے وجود کا بھرپور احساس ملتا ہے۔ ان کے مجموعہ ہائے کلام میں معاشرتی قدغنوں میں جکڑی عورت کا مزاحمتی نوحہ سنائی دیتا ہے۔ فہمیدہ ریاض نے عورت کے تجربات کی سچائیوں کو انتہائی بے باک اظہار سے مربوط کرکے بہت سے ان لکھے اور ان کہے جذبات کے حوالے سے ایک ایسی فضاء مرتب کردی جس میں عورت ایک سراپا احتجاج بن کر ابھری۔ ان کی نظموں میں بے باک اظہار کے سہارے سے عورت اور انسان پر ہونے والے مظالم کی کھل کر عکاسی کی گئی ہے۔ ''پتھر کی زبان''، ''بدن دریدہ'' اور ''دھوپ'' میں بہت سی ایسی نظمیں ہیں جو عہدہ جدید میں عورت کی آزادی اور انسانی عظمت کی بحالی کا منشور بن گئیں۔ فہمیدہ ریاض جبر کا ہر انداز مسترد کرتی ہیں۔ "کیا تم پورا چاند نہ دیکھو گے، کوتوال بیٹھا ہے، خانہ تلاشی، بعد میں جو کچھ یاد رہا، اب سو جاؤ، آج شب، انقلابی عورت، گرہستن، وہ اک زنِ ناپاک، مقابلہ حسن، چادر اور چاردیواری" جیسی نظمیں فہمیدہ ریاض کے منفرد لہجے اور تانیثی شعور کی عکاس ہیں۔ معاشرہ کی ذہنیت نے عورت کو محض گوشت پوست سے بنا ایک ایسا خوبصورت انسانی ڈھانچہ ہی تصور کررکھا ہے جس کا مصرف مرد کو جنسی آسودگی فراہم کرنا اور بچے پیدا کرنے تک محدود ہے۔ فہمیدہ ریاض اسے سرے سے رد کرتی ہیں، انھوں نے اپنا نقطہ نظر پیش کرنے کے لیے جس تاریخی کردار 'اقلیما' کا سہارا لیا ہے، وہ دراصل ان کی فنکارانہ بصیرت کا پرتو ہے۔ انھوں نے اپنی نظم اقلیما میں یہ احساس دلایا ہے کہ مرد اور عورت کے مابین تفریق کی کوئی منطقی بنیاد نہیں ہے، پھر کیوں ان پر جبر کیا جاتا ہے اور دوہرا معیار اختیار کیا جاتا ہے۔ ہمارے معاشرے کی عام روش ہے، عورت کے فعال ذہن اور دردمند دل کو نظر انداز کرکے محض اس کے جسمانی خطوط پر اپنی ساری توجہ مرکوز رکھی جائے۔ یہ تقریباً روزمرہ کے معاملات ہیں کہ جب ذہنی اور جسمانی اعتبار سے نہایت کمزور مرد بھی ہر عورت کے رنگ وروغن اور جسمانی خطوط پر بے باکانہ رائے زنی سے نہیں چوکتا۔ سماج کی اس روش پر 'مقابلۂ حسن' میں سوال اٹھایا گیا ہے۔

کولہوں میں بھنور جو ہیں تو کیا ہے / سر میں بھی ہے جستجو کا جوہر
تھا پارۂ دل بھی زیرِ پستاں / لیکن مرا مول ہے جوانی پر
گھبرا کے نہ یوں گریز پا ہو
پیمائش میری ختم ہو جب / اپنا بھی کوئی عضو ناپو![ii]

کشور ناہید کی شاعری اس عورت کی شاعری ہے جسے عورت کے حقوق کا ادراک ہے اور وہ ان حقوق کی حق تلفی پر آواز بھی اٹھاتی ہیں ''سوختہ سامانیِ دل'' کی اکثر نظموں میں کشور ناہید اپنا احتجاج ریکارڈ کراتی ہیں اور معاصر عورت کو شعور

دینے کی پوری کوشش کرتی ہیں تم بھی اس معاشرے کا جیتا جاگتا وجود ہو لیکن تمہیں اپنے حقوق کا احساس نہیں۔ کشور ناہید اپنی نوعیت کی واحد خاتون شاعرہ، ادیب اور دانش ور ہیں ان کی شاعری پاکستان میں خواتین کے قانونی حقوق کی علمبردار کے طور پر سامنے آئی ہے۔ یہ آزادی نسواں کی نہ صرف بہت بڑی حامی ہیں بلکہ اپنے اس عقیدے کے لیے اپنی شاعری کو ایک مضبوط آواز کے طور پر بھی استعمال کرتی ہیں۔ ''بے نام مسافت'' میں کشور ناہید نظموں میں نسائیت اور اس کے حوالے سے پاکستانی عورت کی سائیکی کو Explore کرتی محسوس ہوتی ہے۔ جذباتی گھٹن، تشنگی اور ان سب کے نتیجے میں تناؤ سے چٹختے اعصاب نے ''بے نام مسافت'' کے شعری سفر کے عنوانات مہیا کیے ہیں۔ کشور ناہید کی شاعری ایک عورت کی انفرادی سرکشی کی روداد نہیں رہتی بلکہ ایک زیریں لہر سیاسی شعور کے ساتھ ہم آہنگ ہو کر عورت کی یہ بغاوت اپنے سماجی ڈھانچے کو بدلنے کی اجتماعی جدوجہد میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ نظم ''نیلام گھر'' میں مظلوم عورت کے جذبات اور احساسات کی بہترین عکاسی کی ہے:

میرے منہ پر طمانچہ مار کر / تمہارے ہاتھوں کی انگلیوں کے نشان

پھولی ہوئی روٹی کی طرح

میرے منہ پر صد رنگ غبارے چھوڑ جاتے ہیں

تم حق والے ہو / تم نے مہر کے عوض حق کی بولی جیتی ہے [iii]

نظم ''خود کلامی'' جس میں اپنے اپ سے استفسار ہے اور معاشرے سے بھی سوال ہے کہ میں کون ہوں اس میں کشور نے اپنے آپ یعنی عورت کو اس انداز میں دیکھا ہے کہ اس میں درد کی ایک کسک ساتھ ساتھ چلتی ہے دراصل یہ معاشرتی استبداد کا نوحہ ہے وہ یہ سوال اٹھا کر ایک نئی معاشرتی تشکیل چاہتی ہے۔ کشور ناہید نے مزید گہرائی میں جا کر عورت کی سائیکی کے پر اسرار نہاں خانوں میں جھانک کر وہاں سے اپنے لیے تخلیقی محرک حاصل کیا اور ہمیں یہ احساس دلایا کہ آج کی عورت کتنی باشعور ہے۔

پروین شاکر کی شاعری میں ان لطیف جذبات اور مخصوص کیفیات کا اظہار ہے جو عورت کی شخصیت سے عبارت ہیں۔ پروین شاکر نے مشرقی عورت کے لسانی آہنگ کو اپنی شاعری سے ہمارے ذہنوں میں منور کر کے رکھ دیا ہے۔ استحصالی معاشرے میں جس کا شکار وہ خود بھی رہی، عورت پر ہونے والے جبر کا اسے پوری طرح احساس ہے۔ پر کتر کر اُڑان کے مشورے دینے والوں سے وہ بہت اچھی طرح واقف ہے اسے خبر ہے عورتیں پرندوں کی طرح سادہ ہوتی ہیں

اور قدم قدم پر دام، ہم رنگ زمین ہے، وہ عورت کو آنکھ دینا چاہتی ہے کہ وہ دنیا کی بہت بڑی طاقت ہے وہ عورت کو اس کا عورت پن لوٹانا چاہتی ہے جس سے وہ بڑی سے بڑی طاقت کو تسخیر کر سکتی ہے۔ ہمارے معاشرے میں عورت کو سماجی رسومات، قدامت پسندی، روایات اور مذہب کے نام پر بنیادی حقوق سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ پروین شاکر کی نظموں میں عورت کے سماجی و ثقافتی استحصال کی تصویر ان کے تانیثی شعور کا منہ بولتا ثبوت ہے:

سنگ دل رواجوں کے / آہنی حصاروں میں

عمر قید کی ملزم / صرف ایک لڑکی ہوں iv

"پروین قادر آغا" میں شاعرہ ان حالات کی عکاسی کرتی ہیں جب عورت بیوگی یا طلاق کے کرب سے گزرتی ہے۔ ایسی مشکل گھڑی میں ہمارا معاشرہ بے حس ہو جاتا ہے، اپنوں کی بے حسی روح کی تکلیف میں مزید اضافہ کرتی ہے:

جب میرے سر سے چادر اتری

تو میرے گھر کی چھت میرے لیے اجنبی ہو گئی

تم ہمارے لیے مر چکی ہو

اہلِ خانہ کی خاموشی نے اعلان کیا / اور میں بابل کے دروازے سے

دستک دیے بنا / لوٹ آئی v

نسرین انجم بھٹی کا لہجہ اور انداز بیان کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ جہاں تک عورت، اس کی ذات اور وجود اور اس کے صنفی تقاضوں کا تعلق ہے تو نسرین کو ان کا شدت سے احساس ہے. نسرین نے احتجاج کے اسلوب میں جو شاعری کی اس کی تلخی کو خوشنما تشبیہوں، جھلملاتی استعاروں سے کیمو فلاج کرنے کی کوشش نہیں کی بلکہ دوٹوک لہجہ میں براہ راست بات کرتے ہوئے تلخ کو تلخ ہی بنا کر قاری کے کام اور دہن میں تلخی بھر دیتی ہے وہ تلخی کو شوگر کوٹڈ کرنے کی قائل نہیں ہیں۔ نسرین بھٹی نے اپنی شاعری کو محض عورت کے احساسات کی نمائندہ نہیں بنایا بلکہ اپنے ارد گرد پائے جانے والے سماجی حقائق کی تلخیوں کو بھی صفحہ قرطاس پر منتقل کیا ہے۔ ازدواجی زندگی کی تلخیوں اور ناآسودگیوں کو موثر انداز میں بیان کرتی ہیں۔ نظم "تم نے، عورتوں کے عالمی دن پر اور شناخت کا دن" میں عورتوں کی بے بسی کا نوحہ لکھتی ہیں:

کس رت آئے ہو / کہ تمہیں خوش آمدید بھی نہیں کہہ سکتی

درمیان حائل ہے / آنکھوں میں آنسو تمہیں دیکھنے نہیں دیتے

ماتھے پر ٹیکا کہ سر نہ اٹھا سکوں
ہاتھوں میں چوڑیاں ہتھکڑیاں ہیں، بج اٹھیں گی
پاؤں میں جھانجھریں بیڑیاں ہیں / چلوں گی تو پکڑی جاؤں گی

بھاری لباس کی سرسراہٹ سازشوں اور سزاؤں کو جنم دے گی
اور گھونگھٹ گردن کو کبھی اٹھنے نہیں دے گا

کبھی نہیں شاید / ناک میں نتھلی

سانس کے ساتھ مجھے گائے کی طرح گھسیٹتی ہے

کس رت آئے ہو / کہ میں لڑکی سے پھر گائے بن چکی ہوںvi

نسرین انجم بھٹی ازدواجی زندگی کی تلخیوں، نا آسودگیوں ور ناہمواریوں کو بڑے موثر انداز میں پیش کرتی ہیں۔وہ مرد کی بالا دستی اور حاکمیر کو للکارتی نظر آتی ہیں۔ان کا قلم اکثر بے لاگ اور سفاک ہو جاتا ہے۔ان کی نظمیں ”تانبے کی عورت، بند، ٹریجدی اور ہم لڑکیاں“عورتوں سے ناروا سلوک کی داستان ہیں۔”کس کا لہو ہے کون مرا“گھر بسانے کی خواہش میں عورت کی ذہنی اذیت اور کرب کی داستان ہے۔ نظم ”تم نے، شناخت کا دن، عورتوں کے عالمی دن پر“ میں عورت کی بے بسی کا ذکر ہے۔”آٹھواں دروازہ، ریت کا سفر، اگر مجھے یقین ہوتا، نارسائی، یہ پہلے طے نہ تھا، ریت کے سفر پر، سوالوں میں ایک سوال، اداس نظموں میں ایک، شینا اور زن، زر، زمیں "استحصال اور جبر کی داستان ہیں۔

نسائی شعور شبنم شکیل کی شاعری کا اہم موضوع ہے۔عورت کو درپیش مسائل اور نفسیاتی محرکات کو شبنم شکیل نے خوب صورتی سے نظموّں کا موضوع بنایاہے۔ شبنم شکیل نے عورت کے استحصال کی داستان رقم کرتی ہیں۔ان کی نظمیں معاشرے کی جکڑ بندیوں اور پس ماندگی کے خلاف ردِ عمل ہے۔خانگی و سماجی سطح پر عورت کے بارے میں استحصالی رویوں کے خلاف شبنم احتجاج کرتی ہیں۔وہ کولہو کے بیل کی طرح خانگی امور میں الجھی عورت کی داستان بھی بیان کرتی ہیں یہ عورت مسلسل خوف کے حصار میں ہے:

اس تماشا گاہ کے / خوف کے حصار میں / دیکھنا بھی جرم تھا

چیخنا بھی جرم تھا / سوچنا بھی جرم تھا / چھپ کے ناظرین سے

چھپ کے سامعین سے / چھپ کے آسمان سے
چھپ کے اس زمین سے / دیکھتی بھی تھی مگر
سوچتی بھی تھی مگر / وہ کہ جس کی زندگی / گول گول گھومتے
دائروں میں کٹ گئیvii

شاہدہ حسن ایک حساس شاعرہ ہیں جن کا انداز باوقار اور میچور ہے جس میں گھر ماحول اور سماج سے سمجھوتہ بھی ہے۔ شاہدہ حسن کا نمایاں ترین وصف اس کا ایک خود آگاہ اور عصری حسیت سے مالا مال نسائی شخصیت پن ہے۔ وسیع ذہن اور آفاقی شعور اسے ایک اہم شاعرہ بناتے ہیں۔ ان کے مجموعہ ہائے کلام "اک تارا ہے سرہانے میرے، یہاں کچھ پھول رکھے ہیں" میں تانیثی طرزِ فکر نمایاں ہے۔ شاہدہ حسن کی خوبی یہ ہے کہ ان کے ہاں جارحیت کی نسبت تانیثی تصوروت کا ناپا تلا انداز ہے۔ مایوسی اور احتجاج کی لے جہاں جہاں ہے تاثیر لیے ہوئے ہے۔
آنکھ کہاں ہے / میکے کے سونے دالان میں
یا خاوند کے ہاتھ میں ٹھنڈی چائے کی پیالی پرviii

میں اپنی صبح کا آغاز کرتی ہوں / کسی تازہ تکلم سے
میری ہر بات میں ہر تجزیے میں / فکر کا اک رنگ ہوتا ہے

میں اب دانش وری کی میز سے اپنے مقابل کو
۔۔۔۔ مگر پھر بھی نہ جانے کیوں مرے دل سے
میری ماں کی بہت گہری خموشی میں گزاری عمر کا دکھ کم نہیں ہوتاix

فاطمہ حسن کے ہاں تخلیقی سطح پر بھی نسائی شعور کی کار فرمائی نظر آتی ہے۔ فاطمہ حسن ایک باحوصلہ اور امید انگیز تخلیق کار ہے۔ اجتماعی سطح پر زندگی کی پامالی، سیاسی چیرہ دستی اور جبر و تشدد کا وہ شدید احساس رکھتی ہے۔ فاطمہ

حسن کے ہاں وقار اور سلجھاؤ پایا جاتا ہے۔ گھر عورت کی سلطنت ہے لیکن شوہر کے بغیر گھر، گھر کی سہولتیں اور آسائشیں سب بے معنی ہو جاتی ہیں:

ایک مکان اور بستر سے / اور برتن سے

کیا گھر بنتا ہے / گھر بنتا ہے تم سے

تم جو ہنستے رہتے ہو / ہنستا ہے گھر بھی

روٹھو گے جو تم / تو روٹھے گی ہر چیز

چیزوں میں ہو جاؤں گی تبدیل / بستر اور برتن کی طرح

بستر یا برتن سے / کیا گھر بنتا ہے؟

گھر بنتا ہے تم سے x

تانیثی شعور کی حامل شاعرہ یاسمین حمید حقائق کو تسلیم کرنے میں کسی قسم کی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتیں اور عورت سے روا رکھے جانے والے رویوں کی بھرپور عکاسی کرتی ہیں۔ یاسمین حمید کی نظمیں ''آدھا دن اور آدھی رات، پسِ آئینہ، حصارِ بے در و دیوار'' استبداد اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی یاسیت، بے عملی اور انحراف کی کیفیت پیدا نہیں کرتیں بلکہ حقائق کو کھلی آنکھوں سے تسلیم کرنے کا احساس دلاتی ہیں۔ نظم ''تقدم اور کیوں'' میں عورت کے استحصال کی تصویر کشی کی گئی ہے۔ ''ڈپریشن'' میں عورت کی نہ حل ہونے والی الجھنوں کا ذکر ہے۔ گھریلو تشدد، زندہ جلا دینا، تیزاب پھینکنا، مار پیٹ، جسمانی اذیتیں، سسرالی جھگڑے اور مظالم، جنسی تشدد نیا دور مضطرب روحوں کی قبر بن چکا ہے:

چار بچوں کی ماں کی آبروریزی کرنے والا / کتنی دیر مطمئن رہا؟

ہیروں کا برادہ پھانکنے والی عورت نے کہا:

بھوک کا کنواں کیسے بھرتا ہے xi

منصورہ احمد مشرقی عورت کے احساسات کی ترجمان ہیں۔ بچپن، بیٹیوں کی باپ سے خصوصی وابستگی، بہن بھائیوں کا پیار، ماں باپ کے گھر سے سسرال کی چوکھٹ تک کا سفر، زندگی کی تلخیاں ان کی شاعری کا موضوع ہیں۔ منصورہ احمد اپنے ماحول کے دکھ کا اظہار کرتی ہیں۔ ثمینہ راجا مرد کی بے رخی، بے حسی اور عورت کی جانب اس کی حاکمیت اور انانیت وغرور کو نظموں کا موضوع بناتی ہیں۔ نظم ''اور وصال کہاں'' میں شاعرہ نے معاشرے کے اہم مسلے کی نشاندہی کی ہے جب مرد فریب کاریوں کی جال میں الجھ کر بیوی کے حوالے سے غلط فہمیوں کا شکار ہو جاتا ہے اور یوں زندگی کا شیرازہ بکھر جاتا ہے۔ نظم ''میں، گنبد، ہویدا'' عورت کی بے بسی کی داستان ہیں۔ ''آسمان کے نیچے'' میں خانہ بدوشوں کی زندگی کی مشکلات بیان کی گئی ہیں۔ ''اصل کہانی'' خانگی زندگی کی تصویر ہے۔

ہر دور اپنی آزمائش ساتھ لاتا ہے۔ اکیسویں صدی کی پڑھی لکھی عورت کا مسلہ تنہائی اور آگہی کا عذاب ہے۔ شاہین مفتی کی نظمیں ذات اور سماج سے آگہی کی دلیل ہیں۔ ''امانت اور مسافت'' کی نظموں میں شاعرہ کا تانیثی شعور جھلکتا ہے۔ اکیسویں صدی کی عورت کے کندھوں پر ذمہ داریوں کا انبوہِ عظیم ہے۔ بظاہر خومختاری اس کی روح کو آہنی بیڑیاں پہنا چکی ہے۔ مردوں کی فرائض سے کوتاہی اور سہل پسندی نے ورکنگ کلاس خواتین کی زندگی کو کٹھن بنا دیا ہے۔ نظم ''مراجعت، وہ جو میرا کوئی نہیں، عذاب رت، تغافل آشنا، گواہ ایسے، خالی پنجرے، کوئی اس سے کہہ دے، قبلہ جاں کا منظر، اساطیری لڑکی، اندھے تناظر کی ایک نظم اور انگلیاں فگار اپنی'' میں جدید دور کی عورت کے مسائل کا بیان ہے۔ نظم ''کوئی حد'' عورت پر ڈھائے جانے والے مظالم کی داستان ہے۔ نظم ''اپنے بغیر ایک دن'' ذات کے بچھڑنے کا نوحہ ہے۔

نوشی گیلانی جذبات کی حدت کو محسوس کرتی ہیں اور پھر اپنے جذبات اور احساسات کو خوبصورت لفظوں میں اجاگر کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ نسائی نفسیات کا خوبصورت رنگ اس کے کلام میں بکھرا دکھائی دیتا ہے۔ نظم ''ورثہ'' میں شاعرہ ماں اور بیٹی کے مقدر میں مماثلت کو موضوع بناتی ہیں:

بیٹیاں بھی تو ماؤں جیسی ہوتی ہیں / ضبط کے زرد آنچل میں اپنے

سارے درد چھپا لیتی ہیں / روتے روتے ہنس پڑتی ہیں

ہنستے ہنستے دل ہی دل میں رو لیتی ہیں / خواب اور خاک میں اٹ جاتی ہیں

سو حصّوں میں بٹ جاتی ہیں / گھر کے دروازے پر بیٹھی

عذراعباس منفرد شاعرہ ہیں اور منفرد اسلوب رکھتی ہیں۔ ان کے ہاں جذبوں کا بے ساختہ اظہار ہے۔ لہجے میں قدرے تلخی نظر آتی ہے۔ اس لیے کہ وہ بات حجابات میں نہیں کرتی۔ حقیقت کے اظہار میں وہ ایک طرح کی سخت دلی دکھاتی ہیں۔ عورت کے احساسات کے اظہار میں وہ حقیقت پسند ہیں۔ عورت ہونے کے ناطے عذراعباس نے عورت کی مجبوریوں اور دکھوں کو شدت سے محسوس کیا ہے وہ اپنے دل میں ہجر اور تنہائی کا درد بھی محسوس کرتی ہیں۔

ثمینہ راجا اپنے اسلوب کی پختگی، فکری تنوع اور لہجے کی تازگی کے باعث شعر وادب میں منفرد اور نمایاں مقام رکھتی ہے۔ آج کی شاعرہ تخلیقی سطح پر اپنے ذات، وجود، شخصیت، جسم، اعصاب اور ان سب تقاضوں کا بیشتر اسلوب میں ابلاغ کر رہی ہے۔ ثمینہ بھی اپنے دکھ، غم، کرب، تنہائی، اداسی، یاس، پریشانی، محرومی اور ان سب کی پیدا کردہ شعری حسیّت میں قارئین کو بھی شریک کر رہی ہیں شاعری کو رازدار دوست سمجھتے ہوئے ثمینہ نے شاعری کو سیلف پورٹریٹ میں تبدیل کیا تو ذات کے نہاں خانوں میں مصور رنگوں کے استعمال میں فراغ دلی سے کام لیا۔

ڈاکٹر نجمہ شاہین کھوسہ جو کہ پیشے کے لحاظ سے ڈاکٹر ہیں اور ان کو اردو شاعری اور نثر لکھنے میں کمال حاصل ہے۔ نجمہ شاہین نے بھی عورت کے دکھوں کو اپنی شاعری میں اجاگر کیا ہے۔ جذبوں کی شدت اور دکھ کی لہر نے ان کی شاعری میں ایسا حسن پیدا کر دیا جو دل کی گہرائیوں میں اتر جاتا ہے ان کی دو کتابیں (پھول سے بچھڑی خوشبو، میں آنکھیں بند رکھتی ہوں) شائع ہو چکی ہیں۔

فاخرہ بتول نے گھریلو تشدد کے ساتھ گھر سے باہر عورت کو درپیش مسائل کی مختلف صورتوں کو موضوع بنایا ہے۔ فاخرہ بتول کے خیال میں عورتوں کو اپنی ملکیت سمجھنے والے مرد چادر اور چار دیواری کے تحفظ کو بالائے طاق رکھتے ہوئے عورتوں کو ڈرانا دھمکانا، آوازے کسنا، زنا بالجبر، اغوا، جنسی طور پر ہراساں کرنا جنسی آسودگی کا ذریعہ سمجھتے ہیں:

یہ دندناتے ہوئے سے کتے / انہی کے ڈر سے

گھروں سے باہر نکلنے والی ہر ایک بیٹی، بہن کہ ماں ہو

قدم اٹھاتے ہوئے جھجھکتی ہے، سہم جاتی ہے

خوف کھاتی ہے، کانپتی ہے / خبر ہے اس کو کہ ہر گلی میں، ہر ایک نکڑ پہ

ہر اک محلے کے چوک پر یہ، زبانیں باہر نکال کر اور

اپنے دانتوں کو کچکچا کر / اور اپنی آنکھوں میں مکروہ سی آرزو سجا کر
جو بھونکتے ہیں / یہ رال ٹپکا کے ماؤں بہنوں کو روکتے ہیں
اور ان کے آنچل کو قتل کرنے کا سوچتے ہیںxiii

حمیدہ شاہین، شاہدہ لطیف، سیدہ عظمیٰ گیلانی، میمونہ روحی، تنویر انجم، شائستہ حبیب، محمودہ غازیہ، وحیدہ نسیم، صبا ارشد، نیلما سرور، ماہ طلعت زاہدی عصرِ حاضر کی لکھنے والی شاعرات ہیں جو تانیثیت کی بھر پور نمائندگی کرتی ہیں۔ قیامِ پاکستان کے بعد اردو شاعرات نے داخلی و نفسیاتی مسائل کے بیان کے ساتھ ساتھ عورت ہونے اور عورت کے دکھ کو اس انداز سے نظم کیا کہ نظم کا حسن بھی مانند نہیں پڑا اور بات بھی مکمل ہو گئی۔ اردو نظم نگار شاعرات اپنے جذبوں کے اظہار میں کھری اور سچی ہیں اور گھر آنگن سے متعلق لطیف اور نازک جذبوں، خوشیوں اور دکھوں کو موضوع بنانے کے ساتھ عصری مسائل کا بھی ادراک رکھتی ہیں۔ ان کی شاعری نسائیت کی ترجمان بھی ہے۔ قیامِ پاکستان کے بعد یوں محسوس ہوا کہ شاعرات نے جذبات کے اظہار کی ازادی بھی حاصل کر لی اور نظم میں ایسے جذبات و خیالات اور تجربات و مشاہدات کا بھی اظہار کیا جن کے اظہار کی اجازت معاشرے نے عورت کو کبھی نہیں دی تھی۔ اردو شاعرات نے پورے یقین، اعتماد اور وقار کے ساتھ اردو شاعری میں اپنی جگہ بنائی اور اپنی اہمیت کو تسلیم کروایا ہے۔ غضنفر ہاشمی اس حوالے سے لکھتے ہیں:

"ہمارے ہاں خواتین شاعرات نے اپنی شاعری میں اپنے عورت کے وجود کا اظہار پورے بانکپن، وقار اور تمکنت سے کیا۔ انہوں نے عورت کے جذبات، احساسات اور تجربات کو زبان دے کر نہ صرف اظہار کے خوب صورت پیرہن تراشے بلکہ اردو شاعری کو ایک نسائی لہجہ بھی عطا کیا"xiv

قیامِ پاکستان کے بعد نظم گو شاعرات نے عورت کا ایسا تصور پیش کیا ہے جو معاشرے کے پر ضابطے کو آنکھیں بند کر کے قبول نہیں کرتی بلکہ اس کے حسن و قبح اور اس سے عورت پر مرتب ہونے والے اثرات کا بغور جائزہ لے لینے کے بعد اس کے رد و قبول کا فیصلہ کرتی ہے۔ شعر و ادب کی دنیا میں اپنی صلاحیتوں کا اظہار عورت کے لیے کوئی آسان کام نہیں تھا عورت نے پھر بھی شعر و ادب تخلیق کیا اور اپنی آواز سے معاشرے میں تبدیلی لانے کی بھرپور کوشش کی ہے

حوالہ جات

1. ایم سلطانہ بخش ، ڈاکٹر مرتب و مدون، پاکستانی ادبیات میں خواتین کا کردار، اسلام آباد، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی ۱۹۹۶ء، ص ۱۰۲
2. فہمیدہ ریاض، میں مٹی کی مورت ہوں، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۸۸ء، ص ۹۵۱
3. کشور ناہید، گلیاں، دھوپ، دروازے، لاہور، مکتبہ عالیہ، ۱۹۷۸ء، ص ۱۹
4. پروین شاکر، ماہِ تمام (کلیات) دہلی، ایجوکیشنل پبلیشنگ ہاؤس، ۲۰۰۸، ص ۹۶
5. پروین شاکر، ماہِ تمام (کلیات) دہلی، ایجوکیشنل پبلیشنگ ہاؤس، ۲۰۰۸، ص ۱۸۹
6. نسرین انجم بھٹی، بن باس، لاہور، پلس کمیونیکیشنز، ۱۹۹۴، ص ۳۸
7. شبنم شکیل، اضطراب، لاہور، سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۴ء، ص ۹
8. شاہدہ حسن، ایک تارا ہے سرہانے میرے، لاہور، الحمد پبلیکیشنز، ۱۹۹۵، ص ۴۷
9. شاہدہ حسن، یہاں کچھ پھول رکھے ہیں، کراچی، شہزاد، ۲۰۰۲، ص ۶۶
10. فاطمہ حسن، دستک سے در کا فاصلہ، کراچی، فرید پبلشرز، ۱۹۹۳ء، ص ۷۵۔۷۶
11. یاسمین حمید، فنا بھی اک سراب ہے، لاہور الحمد پبلیکیشنز، ۲۰۰۱ء، ص ۱۹۹
12. نوشی گیلانی، اداس ہونے کے دن نہیں ہیں، لاہور، جہانگیر بک ڈپو، ۲۰۰۴، ص ۴۳
13. فاخرہ بتول، سمندر پوچھتا ہو گا، لاہور، خزینہ علم و ادب، ۲۰۰۱، ص ۳۲-۳۳
14. ثمینہ رئیس، نشیب، محراب میں چاند، فلیپ از غضنفر ہاشمی، فیصل آباد، ہم خیال پبلیشر